مقالات ومضامین

مضمون کیسے لکھیں؟

ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی

مضمون کے اقسام: ہر مضمون لکھتے [illegible] ن کے اجزاء کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ مواد کے اعتبار سے مضمون کی درج ذیل [illegible]

علمی مضامین: علمی مضمون معلومات کی بنیاد پر لکھا جاتا ہے۔ علمی مضمون وہ مضمون ہوتا ہے جس سے پڑھنے والے کی معلومات وبصیرت میں اضافہ ہو، اس کا فہم بہتر ہو۔ آسان لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی موضوع پہ ایسا جامع اور مکمل مواد پیش کر دینا کہ پڑھنے والے کے علم میں اتنا اضافہ ہوجائے کہ وہ اس موضوع کو پڑھنے کے بعد، پڑھنے سے پہلے والی حالت سے بہتر سمجھنے لگے (یعنی اس کی Under Standing میں اضافہ ہوجائے۔ وہ متعلقہ موضوع کے نئے پہلوؤں، نئے زاویوں سے آگاہ ہوجائے۔ اگر اس کے برعکس صورتحال ہوتو ایسا مضمون نہیں کہلائے گا، بلکہ بکواس مضمون ہوگا!

مثال: آئینہ خانہ کے سلسلے میں اصناف ادب سے متعلق لکھے جانے والے یہ مضامین علمی مضامین کہلائیں گے۔ (وہ علمی مضامین جن کا شعبہ ''ادب'' ہے۔) اس کے علاوہ ہر شعبے سے متعلق معلوماتی مضامین، علمی مضامین کے زمرے میں آتے ہیں۔ علمی مضامین بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ہلکے پھلکے علمی مضامین اور ٹھوس علمی مضامین ان دونوں قسم کے مضامین کی تعریف تو یہی ہے کہ یہ معلوماتی ہوتے ہیں اور فہم کو بہتر بناتے ہیں، مگر مندرجہ ذیل فرق ہوتا ہے۔

(i) ہلکے پھلکے مضامین: ایسے مضامین میں علمیت کے ساتھ زبان وبیان کے لطف وچاشنی کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان مضامین میں قلم کار ہلکے پھلکے انداز سے علمی بات پہنچاتا ہے! مضمون مکمل اور جامع ہوتا ہے مگر ثقیل اور دقیق نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک مضمون ''عالم اسلام کو نہتا کرنے کا منصوبہ (مصنفہ مریم خنساء) کے ابتدائیہ وسط اور اختتامیہ سے کچھ فقرے ملاحظہ کیجیے:

''خیر وشر کی کشاکش روز اوّل سے جاری ہے اس مقصد کے لیے ابلیس نے مختلف بہروپ بدلے۔ اسلامی نظام

کے خطرے کو بزعم خود بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے مسلمانوں کو ان کے مادّی و روحانی سہاروں سے محروم کرنے کی سازش۔ آئی۔ ایم۔ ایف کے ذریعے مسلمان ممالک کے اثاثے منجمد کرنا، عالم اسلام اور یہودی عزائم کے تناظر میں! مسلم اور غیر مسلم ممالک میں برتا جانے والا امتیاز واضح نظر آتا ہے... یہ خطرہ انہیں ہر وقت پیش نظر رہتا ہے کہ اگر ان نام کے مسلمانوں کی ملّی غیرت جاگ گئی تو پھر کیا ہوگا؟

(ii) **ٹھوس علمی مضامین:** یہ ایسے مضامین ہوتے ہیں جن میں زبان و بیان کی چاشنی نہیں ہوتی بس صرف بات پہنچا دینا مقصد ہوتا ہے۔ اس میں وضاحت ہوتی ہے۔ زبان کا لطف منتقل کرنا مقصد نہیں ہوتا۔ مثلاً تسلیم اشرف صاحب اپنے مضمون ''ثقلی یا باقیاتی چٹان کے ذخائر'' میں لکھتے ہیں: ''کٹاؤ کے بعد بہاؤ کے ذریعے جو چٹانیں بنتی ہیں ان کے علاوہ بعض اجزاء ایسے ہوتے ہیں جو بہاؤ کی زد سے بچ نکلتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر جمع ہو جانے کی بجائے اسی جگہ تہہ نشین ہو جاتے ہیں جو ان کی اصل تخلیق کی جگہ ہوتی ہے۔ اس طریقے سے جو چٹانیں بنتی ہیں انہیں باقیاتی چٹانیں یا باقیاتی ذخائر کہتے ہیں۔''

ادبی مضامین: ادبی مضامین وہ مضامین ہوتے ہیں جو ادب کے موضوع پہ لکھے جائیں مگر کسی شعری و نثری رجحان پر، کسی شاعر یا ادیب پر، کسی خاص افسانہ نگار پر ادبی رجحانات پر، ادب کی ترقی و تنزلی پر یا کسی بھی ادبی صنف کے بارے میں یہ ادبی تنقیدی مضمون بھی کہلاتا ہے۔ مثال: عام طور پر اخبارات کے ادبی صفحات میں چھپنے والے مضامین ان تمام نوعیت پر لکھے جاتے ہیں۔

تحقیقی مضامین: تحقیقی مضامین کسی بھی موضوع پہ لکھے جانے والے وہ مضامین ہوتے ہیں جن کی معلومات میں حوالے بتائے جاتے ہیں کہ فلاں بات کہاں سے پتہ چلی، حوالہ کس کتاب/ رسالے سے لیا گیا؟ وہ کتاب یا رسالہ وہ اخبار کب کا ہے، کب چھپا، جلد نمبر کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ مثال: ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر کی کتاب تاریخ صحافت سے مضمون صحافتی قوانین کے چند فقرے: قیام پاکستان کے فوراً بعد بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے بنیادی اقدامات کا سلسلہ شروع کیا.. پریس اینڈ پبلیشر آرڈی نینس ۱۹۶۳ء میں جاری ہوا، اس سے قبل رائج پریس ایمرجنسی پاورز ایکٹ خود بخود ختم ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء میں (پی پی او مجریہ ۱۹۶۳ء) میں چند ترامیم کی گئیں... اخبارات نے اپنے اداریوں، شذرات اور مضامین میں خوشی و اطمینان کا اظہار اس طرح کیا:

☆ پریس اینڈ پبلیشرز آرڈی نینس ۱۹۶۳ء کا خاتمہ (روزنامہ جنگ، ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء)

☆ پریس اینڈ پبلیشرز آرڈی نینس ۱۹۶۳ء کی منسوخی (روزنامہ ''حیدر'' ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)

☆ آزادی صحافت کے منافی قانون کی تنسیخ (روزنامہ ''مشرق'' ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)

☆ سیاہ قانون کی تنسیخ (روزنامہ ''جسارت'' ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)

☆پریس اینڈ پبلیشرز آرڈی ننس کی تنسیخ (روزنامہ ''امروز'' ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء)

انگریزی اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس رائے کا اظہار کیا...''

تاریخی مضامین: اس مضمون میں تحقیق کو خاص دخل ہوتا ہے۔ تاریخی مضمون کو معروضی (واقعی، حقیقی، واقفیت پسند) ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر آپ مسلمان ہیں اور ہندو مسلم تاریخ کا جائزہ وارتقا لکھ رہے ہیں۔ تو اب آپ جانب دار متعصب مسلمان ہو کر نہ لکھیں کہ ہندو کو رگیدیں، بلکہ دیانت داری اور حقائق کی روشنی میں لکھیں۔ واقعات ومشمولات مضمون نگار کے ذاتی تعصبات سے علاحدہ رہیں یا جس طرح بعض دیانت دار ہندوؤں نے اورنگزیب کے حق میں کتابیں لکھیں اور بہت سے متعصب ہندوؤں نے تاریخ کو مسخ کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ بالخصوص ہندو مسلم معروضیت شرط لازم ہے۔ اس کام میں فن کے اندر اضافہ کرنے کے لیے بہت مطالعہ اور بڑا ریاض کرنا پڑتا ہے۔ مطالعہ گہرا، وسیع اور درست، مطالعہ قوت، تمیز اور ادراک کے ساتھ! تا کہ تاریخ کو اس کی اصل شکل میں آگے پیش کیا جاسکے۔

تنقیدی مضامین: یہ ایسے مضامین ہوتے ہیں جو قاری کے ادبی فہم اور سمجھ کو بہتر بناسکیں، ادب کا شعور پیدا کریں، ادبی فن پاروں کو سمجھنے میں مدد دیں۔ کس تخلیق کار کی کیا حیثیت ہے کیا خدمات ہیں اس کا ادب میں کیا حصہ ہے؟ اس نے ادب کو کیا دیا، کیا اضافے کیے وغیرہ وغیرہ۔

تنقید کا مطلب وہ نہیں جو عام بول چال میں ''کیڑے نکالنے'' کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ تنقید سے مراد ہے خوبیوں اور خامیوں کا بے لاگ جائزہ، چاہے وہ کسی فرد کے بارے میں ہو یا اس کی کارکردگی کے بارے میں۔

مثال: اردو نثر کے اسالیب از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی: ''ادبی اعتبار سے دکن میں قابل ذکر کتاب ملا وجہی کی مشہور تصنیف سب رس ہے جس کا سن تصنیف ۱۰۴۵ ہے... ملا وجہی نے اپنی طرف سے بعض اضافے وتبدیلیاں ضرور کی ہیں مگر کہیں وہ اس میں بھی چوک گئے ہیں، مثلاً قصے میں بادشاہ عقل کا ملک یونان ہے وجہی نے یونان کی جگہ سیستان کر دیا حالانکہ عقل کی مناسبت سے یونان ہی زیادہ موزوں ومناسب تھا!... قصہ معمولی ہے لیکن قصہ گوئی کے قدیم فن کے اصولوں کے مطابق ملا وجہی نے عبارت کو طول دے کر اسے بڑھایا ہے اور اس طوالت میں ہی دراصل ان کی قدرت بیان اور وسعت زبان کا اندازہ ہوتا ہے...''

احساساتی مضامین: ایسے مضامین جن میں لکھنے والے کے احساسات اس کے خیالات پہ غالب آجائیں اور وہ اپنی قلبی کیفیات کے بہاؤ میں بہہ کر لکھتا چلا جائے، خیالات کا تعلق ذہن سے اور احساس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ احساساتی تحریر میں عموماً واردات قلب (وہ حال جو آدمی پہ گذرے حادثہ واقعہ) تحریر ہوتی ہے جیسے نازک حساس تحاریر پر چھوٹے بڑے حساس عنوانات کے ساتھ عموماً ''ڈائری کا ورق'' جیسے مختصر مضامین احساساتی مضامین میں

شامل ہوتے ہیں !ایسے مضامین بہت موصول ہوتے ہیں مگر یہ بھی ضروری ہے کے قلم کار یہ مضامین یونہی اٹھا کرنہ بھیجوا دے بلکہ کانٹ چھانٹ کرے غیر ضروری، الجھی ہوئی بے جا طویل اور منفی باتیں یا بدمزہ عبارات ایسی احساساتی تحریر کا لطف غارت کر دیتی ہیں جس کو نزاکت احساس وخیال سے سجا ہوا ہونا چاہیے اور قاری یہی موڈ بنا کر احساساتی تحریر کو پڑھنے بیٹھتا ہے! مثال: ڈاکٹر نذیر شہید، ''لب زنداں'' سے: ایسی کشت کاری کرو...خون دل سے نمی پیدا کرو...جب مٹی زرخیز ہو جائے تو خیر و بھلائی کے بیج اس میں ڈال دو...پھر اس کاشت کاری کی نگرانی کرو...آ و نیم شبی سے بہار کا سماں پیدا کرو اور نالۂ نیم شبی سے سیرابی کا کام لو۔ پھر جب نیکیوں اور بھلائیوں کی فصل پک جائے تو عزم و ہمت کی درانتی سے کاٹ کر درانتی سے تنکا تنکا کر کے خرمن بنایا جائے...اے کاش! اپنے رب کی نظر انتخاب میں آ جائیں...''

بیانیہ مضامین: بیانیہ کا مطلب ہے بتانا (Narration) یہ مضامین عام طور پر کسی واقعہ سے متعلق ہوتے ہیں ان میں ابتدائیہ وسط اور اختتام باہم اس طرح مربوط ہوتا ہے کہ ایک چیز نکالنے سے خلاء پیدا ہو جاتا ہے اگ
میں چھ میں سے تین نکات نکال دیں تو خلاء کا احساس نہیں ہوگا لیکن اگر مضم ... ردینے
سے کمی اور خامی کا احساس ہوتا ہے۔ (یہی وجہ ... ہے کہ ... سا بریر لرر ہے ہیں کہ ''چھ نکات''
میں سے دو ایک کم کر ... ں دوبارہ جائے گا۔ دوسری صورت میں طوالت بہت بڑھتی جا رہی ہے!

سیاسی مضامین: جیسا کہ ہم نے شروع میں بتایا تھا کہ مضامین اظہار رائے کا وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی اقدار کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی مضامین ملکی یا بین الاقوامی سیاست پہ گہرا اثر ڈالتے ہیں اور عوام کی رائے بناتے ہیں۔ مثبت سیاسی مضامین سے مثبت اور صحت مند سیاسی رائے عامہ پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے جب کہ منفی مضامین سے ذہن پراگندہ ہوتے ہیں۔ تمام اخبارات کے ادارتی صفحات مختلف سیاسی شخصیات اور ملکی سیاست پہ اظہار رائے کرتے ہیں، یہ بالعموم فوری نوعیت کے معاملات پہ لکھے جاتے ہیں تاہم تنقیدی تجزیاتی اور تاریخی سیاست پہ تحریر شدہ مضامین تاریخی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ مضمون کی شگفتگی یا کھردراپن، موضوع یا مضمون نگار پہ منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً ورلڈ بینک پہ لکھا جانے والا مضمون خشک ہوگا مگر سیاسی اصطلاح ''لوٹے'' پہ لکھتے ہوئے قلم کار کے قلم میں از خود شگفتگی در آئے گی! واضح رہے کہ وہ سیاسی مضمون ادبی نہیں کہلائے گا، جس میں کھردراپن ہوگا، اسلوب جان دار نہ ہو، زبان و بیان کا لطف نہ ہو یا سطحی انداز سے لکھا جائے۔

ثقافتی مضامین: ایسے مضامین بھی اکثر اخبارات و رسائل کی زینت بنتے ہیں۔ اس میں اپنی ثقافت سے مراد ملت اسلامیہ کی ثقافت، پاکستانی ثقافت اور علاقائی طرز طور طریقوں پہ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اقوام و

ممالک کی ثقافتوں پہ بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً: کسی قوم کا مذہب، رسم و رواج، رہن سہن، لباس، زیورات، طور طریقے، اصول و روایات وغیرہ کا تذکرہ۔ اس میں علمی، بیانیہ اور احساساتی رنگ شامل ہوتا ہے۔

فکاہیہ مضامین: یہ وہ شگفتہ تحریر ہوتی ہے جس میں طنز و مزاح کے ذریعے اپنا مدعا بیان کیا جاتا ہے یا لوگوں کو تفریح بہم پہنچائی جاتی ہے، طنز و مزاح کی تعریف میں مشہور مزاح نگار کرنل اشفاق حسین کہتے ہیں: طنز و مزاح میں بنیادی فرق وہی ہے جو گدگدی کرنے اور چٹکی بھرنے میں ہے، مزاح گدگدی ہے اور طنز میں تھوڑی سی کاٹ ہوتی ہے۔ مزاح آپ تخلیق کرتے ہیں کسی بھی صورت حال سے لطف اندوز ہو کر مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ طنز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی خرابی پہ چوٹ کی جائے دوسرا یہ کہ کسی کی اصلاح کے لیے اس کی خرابی پہ گرفت کی جائے۔ ادب میں مزاح کی اہمیت وہی ہے جو کھانے میں نمک کی ہے۔ فکاہیہ مضمون میں، مضمون نگار پہ منحصر ہے کہ وہ ایک معمولی سے موضوع پر اتنی وسعت اور شگفتگی کے ساتھ لکھ دے کہ پڑھنے والا لوٹ پوٹ ہو جائے مثلاً کرسی، فیشن، زبان، مچھر، وغیرہ۔ اس کے علاوہ واقعات پہ مشتمل مزاحیہ یا فکاہیہ تحریر بھی دلچسپ اور مزیدار ہوتی ہے۔ یہ موضوع اس قدر واضح ہے کہ غالباً اس پر کسی ''مثال'' کی ضرورت نہیں!

استدلالی مضامین: یہ وہ مضامین ہوتے ہیں جن میں دلیل غالب نظر آتی ہے اپنے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے اگر علم نہ ہو تو ثبوت فراہم کیا جاتا ہے۔ مثال: خطبات از: سید ابوالاعلیٰ مودودی ''اگر علم نہ ہو نہ تو ایمان کی نعمت آدمی کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی ...جو شخص جانتا ہی نہ ہو کہ اسلام اور کفر میں کیا فرق ہے اور اسلام و شرک میں کیا امتیاز ہے اس کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اندھیرے میں ایک پگڈنڈی پہ چل رہا ہو، ہوسکتا ہے کہ سیدھی لکیر پر چلتے چلتے خود اس کے قدم کسی دوسرے راستے کی طرف مڑ جائیں اور اس کو خبر بھی نہ ہو کہ میں سیدھی راہ سے ہٹ گیا ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راستے میں کوئی دجال کھڑا ہوا مل جائے اور اس سے کہے ارے میاں! تم اندھیرے میں راستہ بھول گئے آؤ میں تمہیں منزل تک پہنچا دوں''...جس کے پاس ایک ہی چھاگل ہو اور اسے صحرا میں رستہ عبور کرنا ہو، وہ اس سے پاؤں نہیں دھوئے گا۔ جس کے پاس ایک ہی روٹی ہو وہ اسے کتے کے آگے نہ ڈالے گا اسی طرح جس کے پاس ایک ہی زندگی ہو وہ اسے بیکار کاموں میں کیسے صرف کرسکتا ہے؟''

استدلال آپ کے مضامین میں اثر انگیزی پیدا کرتا ہے۔ آپ کے قاری کی سوچ کے کینوس کو وسیع کرتا ہے اور پڑھنے والے کو آپ کے خیال پہ قائل کرتا ہے۔

تاثراتی مضامین: مضمون کی صنف میں، تاثراتی مضامین بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ تاثراتی مضامین کی بنیاد مشاہدہ ہے! احساساتی مضامین میں بالعموم داخلی اور ذاتی کیفیات کا دخل زیادہ ہوتا ہے جب کہ تاثراتی مضامین خارجی اور غیر ذاتی احوال پہ لکھے جاتے ہیں، مثلاً بھکاری، شہر کی حالت، ٹریفک حادثہ، غیر معمولی تقریب کوئی خوشی یا رنج کی

چیز، بات، واقعہ پہ اظہارِ خیال اور اظہار کا تاثر۔ مثال: مستنصر حسین تارڑ کی مثالی اباجی سے: میرے بچوں کے ساتھ بھی وہی ہوا جو دنیا بھر کے دیگر بچوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی وہ بڑے ہوگئے اور اب وہ میری دیکھ بھال کرنے لگے کوئی انگریزی فلم وی سی آر پہ دیکھنے کے لیے لاتا تو بی ٹی یعنی بڑا تارڑ پہلے اسے سنسر کرتا اور پھر اکثر فیصلہ کر دیتا کہ ابو یہ آپ کی دیکھنے والی فلم نہیں ہے۔ کسی دعوت پہ جانے کے لیے تیار ہوتا تو سی ٹی یعنی چھوٹا تارڑ اعتراض کرتا کہ ابو یہ کس قسم کے رنگین کپڑے آپ نے پہن لیے ہیں؟ یہ عمر ہے آپ کی؟ ادھر سی ٹی، بی ٹی نے میری زندگی اجیرن کر رکھی تھی، ادھر میری بیٹی چونکہ میڈیکل میں ہے اس لیے ڈائننگ ٹیبل پہ کڑی نگرانی شروع ہوگئی ''خبردار ابو چکن فرائیڈ آپ کو منع ہے یہ ابلے ہوئے ٹینڈے آپ کے بہتر ہیں'' چنانچہ میں سوچ رہا تھا کہ مجھ سے کہاں کوتاہی ہوئی ہے جو میرے بچے بدتمیز ہوگئے ہیں... اور میں کیسا اباجی ہوں کہ میرے بچے مجھے لفٹ ہی نہیں کراتے۔''

یہ مزاحیہ تاثراتی مضمون کا اقتباس تھا اب سنجیدہ تاثراتی اقتباس دیکھیے: ڈاکٹر شگفتہ نقوی کے مضمون ''ہم اور معاشرہ'' سے: ''پچھلے دنوں اس قدر تواتر کے ساتھ ایک مسئلہ سامنے آیا کہ مجھے مجبوراً اسی پہ قلم اٹھانا پڑا، ایک خاتون کلینک پہ آئی ہسٹری لینے سے پتہ چلا کہ جسمانی تکالیف برائے نام ہیں اصل مسئلہ معاشرتی ہے، شوہر کام نہیں کرتا... جی چاہتا ہے خودکشی کرلوں... اس کے بعد اخبار پر نظر پڑی سرخی تھیں ''ابو! جھگڑا تو امی کرتی تھیں آپ ہم سے کیوں روٹھ گئے''؟!! میاں بیوی ایک دوسرے کے دشمن کیوں بن جاتے ہیں؟ جب کہ سب سے زیادہ محبت وقربت کا رشتہ یہی ہوتا ہے۔ آپ ایک دوسرے کی خامیوں سے درگزر کر کے تو دیکھیں آج نہیں تو کل آپ کی قربانی اور صبر رنگ لائے گا، یاد رکھیں گھریلو جھگڑوں کے نتائج نہایت تباہ کن ہوتے ہیں۔''

سیاسی سماجی ومعاشرتی واقعات کے علاوہ روداد سفر پہ بھی کوئی اعلیٰ تاثراتی مضمون لکھا جاسکتا ہے۔ مضمون کی اقسام آپ نے بغور پڑھیں امید ہے کہ بہت کچھ سیکھا بھی ہوگا! اور اندازہ لگالیا ہوگا کہ آپ ان میں سے کون سی قسم/اقسام میں مشق اور مطالعے کے ذریعے مہارت پیدا کرسکتے/کرسکتی ہیں۔ مضامین طویل بھی ہوسکتے ہیں مگر اچھا مضمون وہ ہے جس میں اپنا مدعا جامع مختصر اور موثر انداز سے بیان کیا جائے۔ کم لفظوں میں زیادہ اور بھرپور بات کہہ دی جائے۔

مضمون لکھنے کا طریقہ: مضمون کے لیے موضوع کا انتخاب۔ مضمون یا کوئی بھی تحریر لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب بہت اہم اور بنیادی کام ہے۔ اس سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ موضوع ہے کیا۔

موضوع کی تعریف: موضوع کسی بھی تحریر کا مرکز یا Subject ہے جس کے گرد تمام تحریر گھومتی ہے۔ ادبی مضامین میں اصل موضوع چھپا ہوا ہوتا ہے یعنی عنوان سے اس کا اظہار نہیں ہوتا مثلاً بکھرے خواب، سحر ہونے تک، پہلی بارش، مظلوم، گل لالہ، چوڑیاں، موسموں کی گرد، منڈی، لہو رنگ، زندگی کا دیا وغیرہ وغیرہ۔ علمی تحقیقی وصحافتی

مضامین میں موضوع کا اظہار عنوان ہی سے ہو جاتا ؟ مثلاً صحافت کی تاریخ، بچوں کے حقوق، مزدور خواتین کے مسائل، چائلڈ لیبر، عورت کے حقوق، ہمارا معاشی نظام، طبی سہولیات، شکاریات، تاریخ، سیاست، شوبزنس، نوجوان وغیرہ۔

موضوع کے انتخاب کی خصوصیات: ادبی تحریروں کے لیے مشاہدہ ومطالعہ ضروری ہے۔ عام زندگی کے واقعات پہ گرفت ہو، ادیب حساس ہو اور خداداد صلاحیت رکھتا ہو۔ تحقیقی علمی وصحافتی تحریر کے لیے مشاہدہ، مطالعہ، تجسس اور تخلیقی صلاحیتیں ضروری ہیں۔

اچھے موضوع کی خصوصیات: نیاپن ہو۔ اگر پرانا موضوع ہے تو نت نئے انداز سے لکھا جائے۔ انوکھاپن، جو قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالے، مثلاً سید سجاد حیدر یلدرم کا مضمون، سیل زمانہ، عنوان میں بھی نیاپن ہے اور شروع کرنے کے انداز میں بھی کہ ''بہے جا! لیے جا، نہ تیرے کناروں میں سلامتی ڈوبے ہوؤں کو ترا، غواصوں کو نہ ابھار...'' لوگوں کی دلچسپی کا خیال رکھا جائے، قلم کار اور قاری کے درمیان ہم آہنگی ہو سکے، قلم کار کی بات قاری کے سر پہ سے نہ گزرے بلکہ اس کے لیے دلچسپ بھی ہو۔ عام یا خصوصی حالات کے مطابق ہو: یعنی حالات کا شعور ہو حالات پہ گرفت ہو، ان عام یا خاص حالات کو مدنظر رکھ کر لکھا جائے۔

موضوع اور عنوان کا فرق: موضوع وہ ہے جس کے گرد پوری تحریر گھومتی ہے جب کہ عنوان وہ ہے جو موضوع کی وضاحت کرنے کے لیے اوپر لگایا جاتا ہے یا ادبی موضوع پہ لکھی تحریر کے موضوع کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس موضوع پہ آپ لکھیں، وہ آپ کے مشاہدے اور فکر کا حصہ ہوتا کہ اس پر لکھنے کے لیے آپ کے پاس بہت کچھ ہو۔

جمع نکات: آپ جس موضوع پہ مضمون لکھنا چاہتے ہیں اس موضوع پر اپنے مشاہدے، تاثرات فکر اور احساس کو پہلے سے لکھ لیں۔ اگر علمی یا تحقیقی موضوع ہے تو علمی نکات جمع کر لیں جو حوالے بھی لکھ لیں، اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ لکھتے وقت لکھنے کا تسلسل اور بہاؤ متاثر نہیں ہوگا، پھر سوچ میں اور سوچ کو لکھنے میں کوئی ٹکراؤ کا عمل نہیں پیدا ہوگا۔

ترتیب نکات: بعض لوگ اسی وقت تحریر کو ترتیب دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں جو جمع نکات کا وقت ہوتا ہے یا خیالات کا بہاؤ قلم کو تیزی سے چلا رہا ہوتا ہے۔ یاد رکھیے کہ جس وقت ''آمد'' ہو رہی ہو۔ اس وقت قلم کو کبھی نہ روکیں، بعد میں کانٹ چھانٹ کریں نکات اور پیراگراف کو ترتیب دیں، بعض اوقات اصل مضمون پہلے ذہن میں آجاتا ہے اور تمہید بعد میں اور بسا اوقات ایسے نکات درمیان میں سمجھ میں آجاتے ہیں جنھیں اختتامیہ ہونا چاہیے تھا! اس لیے سب کچھ لکھ ڈالیے پھر دوبارہ سے ترتیب دے لیں۔ بعض اوقات مرتب شدہ ''تحریر کی آمد'' ہوئی ہے جو خداداد صلاحیت ہے، تب تو الحمدللہ! بحر حال نظر ثانی ضرور کیجیے۔

محنت کے بغیر گزارا چلانے والے کامیاب نہیں ہوتے۔ اصل مضمون میں نکات کی ترتیب منطقی (منطق کا

مطلب وہ علم ہے جو عقلی دلیل سے ٹھیک اور غلط میں تمیز کرے) ہونی چاہیے۔ ہر نکتے پر علیحدہ پیراگراف لکھا جائے۔ جملوں میں بھی ربط ہو اور پیراگرافوں میں بھی باہم ربط ہو۔ آپ میں سے بہت لوگ تو پیراگراف بنانے ہی کی زحمت نہیں کرتے حالانکہ اس کے بغیر کام کیسے چلے گا؟

اجزائے مضمون پر چند ضروری باتیں: آپ کے مضمون کی ''تمہید'' اتنی دلچسپ ہو کہ قاری مضمون پڑھنے پہ مجبور ہو جائے اس میں کسی مقولے، مصرعے یا موجودہ اہم مسئلہ کے بیان سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ ''اصل مضمون'' باہم مربوط ہو۔ اختتام پورے مضمون کا نچوڑ ہو اور اتنا فطری اور منطقی ہو کہ پڑھنے والے کے ذہن پہ نقش ہو جائے۔

عمومی ہدایات: ○ لکھتے ہوئے ذہن کو آزاد چھوڑ دیں بغیر ہچکچاہٹ کے پورے اعتماد سے لکھتے/لکھتی چلی جائیں، گویا آپ سے بڑا مضمون نویس کوئی اور ہے ہی نہیں! ○ جملے مختصر اور آسان لکھیے، غیر ضروری طوالت سے بچیں۔ ○ ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ ○ حاشیہ ضرور چھوڑیں اور بڑا حاشیہ چھوڑیں تا کہ نظر ثانی کرتے ہوئے ترمیم واضافہ کیا جاسکے۔ آپ میں سے اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں: ○ لکھنے کے دوران کوئی نیا نکتہ ذہن میں آئے تو الگ لکھ لیں یا اسے حاشیے میں اشارے کے انداز میں لکھ لیں۔ ○ نظر ثانی کرتے ہوئے خود پر کڑی تنقید سے کام لیں۔ ○ سخت تنقید سننے اور سہنے کی عادت ڈالیں۔ ○ ناقابل اشاعت ہو جانے پر بددل نہ ہوں بلکہ پھر نئے سرے سے کوشش کریں۔ ○ عبارت کو سبک (تیز، نازک، ہلکا پھلکا) بنائیے۔ ○ غیر ضروری عبارات کاٹ دیا کریں، نئے نکات مناسب انداز سے شامل کیجیے۔ ○ جن موضوعات پہ لکھیں ان پر بھر پور طریقے سے مطالعہ کر کے مواد جمع کریں۔ ○ مواد مکمل ہو، مطالعہ کر کے مواد جمع کریں۔ ○ مواد سلیقے سے پیش کریں۔ ○ سادگی اور آسانی کے ساتھ اثر پذیری و تاثیر کا خیال رکھیں۔ ○ مضمون نگاری سے شغف رکھنے والوں کے لیے مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ○ ان تمام ''اصلاحات'' کے بعد مضمون دوبارہ لکھیے، آپ کو اپنے اصلاح شدہ مضمون کے معیار میں واضح بہترین فرق نظر آئے گا۔ مشہور روسی ناول نگار ٹالسٹائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے مشہور ناول War and Peace کو بتیس بار لکھا تھا، تب پریس میں بھجوایا تھا!

اگر آپ کو بھی خوب سے خوب تر کی تلاش ہو تو اپنے نظر ثانی شدہ مضمون کو ہفتے دس دن بعد پھر دیکھیں اور ضرورت محسوس ہو تو اصلاح کر کے ایک بار پھر لکھیں۔ اچھا مضمون نگار بننے کے لیے ضروری ہے کہ آپ جس قسم کے مضامین لکھنے میں آسانی محسوس کریں اور جو آپ کے مزاج سے مناسبت رکھتے ہوں اس قسم کے مشہور لکھنے والوں کو کثرت سے پڑھیں تا کہ آپ کا طرز تحریر نکھر جائے۔ اگر آپ ان تمام باتوں کا خیال رکھیں گے تو یقیناً اعلیٰ درجے کے مضمون نگار بن سکتے ہیں اور مضمون کے ذریعے اپنی بات بہتر طریقے سے قارئین تک پہنچا سکتے ہیں۔

☆☆☆